

تورات کی نزولی کیفیت۔ اہل یہود اور مسلم علماء کا تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ

Revelationay Nature of Torah---- A Critical and Analytical
Study of the Jews and Muslim Scholars

آمنہ سلیم: پی ایچ ڈی اسکالر، ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

Abstract:

Regarding the Torah, Muslim scholars (with a few exceptions) have generally taken the position that it was revealed to the Prophet Moses at all times. It has also been assumed that, this incident happened on the mountain, when Allah spoke to you after the defeat of Pharaoh and you stayed there for forty days, then you were given the entire Torah written on it. That is why Muslim scholars have been paying attention to how the references to the Torah have been distorted and how they have been distorted. But generally they are silent on the problem of editing it. The question arises that despite assuming the Qur'an that it was revealed periodically in different pieces, Why have the Muslim scholars assumed that the revelation of the Torah was a blow?

تورات کے متعلق مسلمان اہل علم نے (بہ استثنائے چند) بالعموم یہ موقف اختیار کیا ہے کہ وہ پوری کی پوری بہ ایک وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔ یہ بھی مان لیا گیا ہے کہ یہ واقعہ کوہ طور پر ہوا، جب فرعون کی غرقابی کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام کیا اور آپ وہاں چالیس دن مقیم رہے، پھر آپ کو تورات پوری کی پوری الواح پر لکھی ہوئی دے دی گئی۔¹ یہی وجہ ہے کہ مسلمان اہل علم کی توجہ اس بات پر تو ہوتی ہے کہ تورات پر کون کون سے حوادث گزرے اور اس میں کس کس طرح تحریف ہوتی رہی؟ لیکن اس کی تدوین کے مسئلے پر بالعموم وہ سکوت اختیار کرتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کے متعلق یہ مان لینے کے باوجود کہ وہ وقتاً فوقتاً مختلف ٹکڑوں کی صورت میں نازل ہوا، مسلمان اہل علم نے کیوں یہ فرض کر لیا ہے کہ تورات کا نزول یک بارگی ہوا؟ اس سلسلے میں جو دلائل دیے جاتے ہیں ان کا سطور ذیل میں جائزہ لیا جاتا ہے:

قرآن کریم کی دو آیات میں قرآن کے لیے نازل اور تورات کے لیے انزل کا استعمال ہوا ہے۔ سورۃ ال عمران میں ہے:

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنزَلَ التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ - مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَأَنزَلَ الْفُرْقَانَ ^٢ - ^٣

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ
وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنزَلَ مِنْ قَبْلُ ۚ ٣

"اے ایمان والو! ایمان لے آؤ اللہ پر، اور اس کے رسول پر، اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری، اور اس کتاب پر جو اس نے پہلے اتاری۔"

نزل باب تزیل سے ہے اور انزل باب انزال سے۔ دونوں کا استعمال اتارنے کے مفہوم میں ہوتا ہے، لیکن ان میں کیا فرق ہے؟ اس کے متعلق علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔

و التعبير بانزل فيهما للاشارة الى الله لم يكن لهما الا نزول واحد، وهذا بخلاف القرآن، فان له نزولين، نزول من اللوح المحفوظ الى بيت العزة من سماء الدنيا جملة واحدة و نزول من ذلك اليه صلى الله عليه وسلم منجما في ثلاث وعشرين سنة على المشهور، ولهذا يقال فيه : نزل و انزل ⁴ هـ

"ان دونوں (تورات اور انجیل) کے لیے انزل کے لفظ سے اس لیے تعبیر کیا کہ ان دونوں کے لیے قرآن کے برعکس، بس ایک ہی نزول تھا، جب کہ قرآن کے لیے دو نزول تھے، ایک نزول لوح

وذكر بعض المحققين لهذا المقام ان التدرج ليس هو التكبر، بل الفعل شيئاً فثبأ كما في تسلسل، و الالفاظ لابد فيه من ذلك، فصيغة (نزل) تدل عليه ، و (الانزال) مطلق، لكنه اذا قامت القرينة براء بالتدرج التنجيم، و بالانزال الذي قبول به خلافة، او المطلق بحسب ما يقنضيه المقام.⁷ ٥

ہمارے رائے میں یہ بات اس حد تک تو صحیح ہے کہ یہ دونوں الفاظ مطلقاً اتارنے کے مفہوم میں استعمال ہوتے ہیں۔ تاہم علامہ آلوسی کا بیان کردہ یہ اصول بھی صحیح ہے کہ یہ الفاظ جب مقابل کے طور پر استعمال ہوں تو عربیت کے مسلمہ اسلوب کی رُو سے ان کے مفہوم میں کچھ فرق ضرور ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ان الفاظ کے استعمال پر تندر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا استعمال مجر د اتارنے کے مفہوم میں بھی ہوا ہے، تاہم قرینہ کی

موجودگی میں لفظ تنزیل خصوصی اہتمام کے ساتھ اتارنے کے مفہوم پر بھی دلالت کرتی ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ ان الفاظ میں کیا ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ - 9

"یقیناً یہ یاد دہانی ہم نے ہی اتاری ہے اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔"

یہاں ایک توجع متکلم جلالی صیغہ ہے، پھر ان اور لام کی تاکید در تاکید بھی ہے، پھر جمع متکلم کے ضمیر منفصل نے مزید تاکید کے علاوہ حصر کا بھی مفہوم پیدا کر دیا ہے، پھر قرآن کے لیے لفظ 'الذکر' کے استعمال نے اس کی اہمیت اور بھی بڑھادی ہے۔ موقع کلام، اسلوب اور لہجہ سبھی کچھ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ 'تنزیل' سے یہاں محض اتارنا ہی نہیں، بلکہ خصوصی اہتمام سے اتارنا مراد ہے۔ اس خصوصی اہتمام کا ایک مظہر یہ ہے کہ یہ اتارنا ایک خاص حکمت، اندازے اور منصوبے کے مطابق ہوتا ہے۔ (اس مفہوم کی وضاحت کے لیے ملاحظہ کیجیے الشوری: ۲۷، الحجر: ۲۱) اسی بنا پر جب قرآن مجید کے اتارنے کے سلسلے میں خصوصی اہتمام اور حکمتوں پر زور دینا مقصود ہو تو لفظ تنزیل کا استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً معاندین یہود کو رسول کی مخالفت پر وعید سناتے ہوئے کہا گیا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ - 10

"اے وہ لوگو جن کو کتاب دی گئی! اس چیز پر ایمان لاؤ جو ہم نے تاری ہے تصدیق کرتی ہوئی اس کی جو تمہارے پاس ہے۔"

اس خصوصی اہتمام ہی کا ایک مظہر بہ تدریج اتارنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا - 11

"اور قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اس لیے اتارا کہ تم اسے لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر سناؤ، اور ہم

نے اس کو نہایت اہتمام کے ساتھ اتارا ہے۔"

یہاں سیاق کلام یہ ہے کہ مشرکین مکہ نے یہود مدینہ کی ایماء پر مختلف قسم کے معجزات دکھانے کا مطالبہ کیا تو انہیں جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سیدھی راہ دکھانے کے لیے قرآن مجید نازل کیا ہے، جس میں ان کو

تمام حقائق کھول کھول کر بتا دیے گئے ہیں۔ جو لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے، بلکہ ایمان لانے کے لیے مختلف قسم کے مطالبات پیش کرتے ہیں، انہیں اگر معجزات دکھا بھی دیے گئے تو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ بنی اسرائیل، جو یہ مطالبات تمہیں سکھاتے ہیں، انہی سے پوچھ لو کہ فرعون کو ایک دو نہیں بلکہ نو معجزات دکھائے گئے لیکن اسے ایمان نہیں لانا تھا نہیں لایا۔ اس کے بعد اس آیت میں کہا گیا ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ سچا کلام ہے، اس میں باطل کی کوئی آمیزش نہیں ہوئی ہے، اگر کوئی اس کا انکار کرتا ہے تو رسول واس کی مخالفت کی پروا نہیں کرنی چاہیے۔ رسول کا کام تو بس انذار اور تبشیر ہی ہے۔ اسی مقصد کی خاطر قرآن کریم ٹکڑوں میں نازل کیا جا رہا ہے، تاکہ لوگ اس کے پیغام کو اچھی طرح سمجھ لیں اور ان کے پاس نہ ماننے کے لیے کوئی عذر باقی نہ رہے۔ قرینے کی موجودگی کی صورت میں لفظ انزل بھی اہتمام اور تفہیم شان پر دلالت کرتا ہے۔ مثلاً

وَإِنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَّا فِي الْأَرْضِ ۖ ۱۲

اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا ایک اندازے کے ساتھ، پس اس کو زمین میں ٹھہرا دیا۔

جب یہ دونوں الفاظ ایک جملے میں ایک دوسرے کے مقابل کے طور پر استعمال ہوں تو ایسے واقع پر ایک احتمال یہ ہوتا ہے کہ تنزیل اہتمام پر دلالت کے لیے لایا گیا ہو۔ دوسرا احتمال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اسلوب میں ندرت اور تنوع پیدا کرنے کے لیے ہو، جو بلیغ کلام کی ایک نشانی ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے پہلے احتمال کو اختیار کیا ہے¹³ لیکن ہمارے نزدیک دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔ مولانا اصلاحی نزول قرآن کے سلسلے میں خصوصی اہتمام کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ قرآن مجید کے زمانہ نزول میں جنات کی آسمانوں تک رسائی روک دی گئی اور ان پر شہابِ ثاقب کے حملوں میں شدت آگئی۔ چنانچہ جنات نے اندازہ لگا لیا کہ کوئی اہم واقعہ رونما ہوا ہے۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسی قسم کا اہتمام تورات کے لیے نہیں ہوا تھا۔ آخر کیونہ ہوا ہو؟ کیا تورات نازل کرتے وقت اسے جنات اور شیاطین کی ملاوٹ سے محفوظ رکھنا ضروری نہیں تھا؟ اس کے علاوہ قابل توجہ بات یہ ہے کہ قرآن مجید میں کئی مقامات پر قرآن مجید اور پچھلی کتابوں کے اتارنے کا ذکر ایک ہی جملے میں آیا ہے، لیکن ان دو مقامات کے ماسوا باقی تمام مقامات پر دونوں کے لیے انزال ہی کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

(مثلاً ملاحظہ کیجیے البقرہ: ۴، آل عمران: ۱۹۹، النساء: ۶۰ وغیرہ) اس تفصیل سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ انزل اور نزل کے درمیان فرق سے تورات کے یک بارگی نزول پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

کیا پوری تورات الواح پر لکھ کر دی گئی تھی؟

تورات کے یک بارگی نزول کے لیے ایک اور دلیل یہ دی جاتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر الواح دی گئی تھیں، جن میں تورات لکھی ہوئی تھی۔ سورۃ الاعراف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكُتِبْنَا لَهُ فِي الْأَوَّاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۚ - 14

"اور ہم نے اس کے لیے تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی۔"

استاد محترم ڈاکٹر محمود احمد غازی اس سلسلے میں کہتے ہیں: "قرآن مجید سے پتہ چلتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمانے کا ارادہ کیا تو ان کے ایک ماہ کے اعتکاف کے بعد ان کو پوری کی پوری تورات تختیوں کی شکل میں لکھی ہوئی دیدی۔¹⁵ یہ استدلال کئی وجوہ سے محل نظر ہے:

اولاً: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ان الواح کے دیے جانے سے پہلے اور ان کے بعد بھی وحی کا نزول ہوتا رہا اور آپ وہ وحی لکھتے رہے۔ اس بات کے قطعی شواہد قرآن مجید اور اسفار خمسہ سے آگے دیے جائیں گے۔

ثانیاً: یہ بات بھی متنازعہ ہے کہ الواح پر پوری تورات دی گئی تھی۔

ڈاکٹر صاحب مزید لکھتے ہیں: "سورۃ اعراف (آیات: ۱۵۰-۱۵۴) میں جہاں نزول تورات کا ذکر ہے وہاں وہاں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ تورات ایک دو نہیں، بلکہ بہت سی تختیوں پر لکھی ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی تھی۔ ہدایت اور رحمت پر مبنی یہ نسخہء کیمیا ان تختیوں پر لکھا ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام طور سینا سے لے کر آئے تھے۔ بعض اہل علم نے اس امکان کا اظہار بھی کیا ہے کہ طور سینا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پوری تورات کے بجائے صرف احکام عشرہ عطا فرمائے گئے تھے۔ اس ضمن میں یہ اہل علم موجودہ تورات کے رائج الوقت تراجم میں موجود اسلوب بیان سے استدلال کرتے ہیں۔ اگر یہ استدلال تھوڑی دیر کے لیے تسلیم کر لیا جائے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ احکام عشرہ پر مبنی بہت سی الواح کے بجائے کوئی چھوٹی سی لوح ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی ہوگی۔ اس لیے کہ احکام عشرہ چند سطروں سے زائد نہیں ہیں اور ان کو لکھنے کے

لیے چھوٹی سی تختی ہی کافی ہے۔ قرآن مجید میں واضح طور پر الواح (بصیغہ جمع) کا ذکر ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ تختیاں محض احکام عشرہ پر مبنی نہیں تھیں، بلکہ ان میں وہ پوری ہدایت الہی اور رحمت خداوندی موجود تھی جو تورات کا طرہ امتیاز تھی۔ (و فی نسخہا ہدی و رحمة)۔¹⁶۔

یہودی اور عیسائی علماء کا موقف یہ ہے کہ ان احکام میں حقوق اللہ سے تعلق رکھنے والے احکام ایک تختی پر اور حقوق العباد سے متعلق احکام دوسری تختی پر درج کیے گئے تھے۔ قرآن و حدیث کے ارشادات سے اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ اس بناء پر یہ بات با وزن نہیں ہے کہ یہ احکام تو چند ہی سطروں پر مشتمل ہیں اور ان کے لکھنے کے لیے ایک چھوٹی سی تختی بھی کافی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جن تختیوں پر یہ احکام لکھے گئے ان کے سائز کے متعلق کوئی قابل اعتماد روایت دستیاب نہیں ہے۔ اس لیے ان کے سائز کے متعلق کچھ کہنا محض ظن و تخمین پر ہی مبنی ہو گا۔ اور پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس قسم کے احکام کا نسبتاً بڑے حروف میں لکھا جانا ہی زیادہ مناسب تھا۔

ڈاکٹر صاحب کی یہ بات اہم ہے کہ قرآن مجید نے ’لوحین‘ (ثنیہ) کے بجائے ’الواح‘ (جمع) کا صیغہ استعمال کیا ہے، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پوری تورات بیک وقت لکھ کر دے دی گئی تھی۔ اس کی ایک سادہ توجیہ یہ کی جاسکتی ہے کہ جس طرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی حیات مبارکہ کے آخری لمحات میں بنی اسرائیل کے تمام قبائل کے لیے اللہ تعالیٰ کے قانون کی نقلیں تیار کر کے ان کو دے دیں اور ایک نسخہ بنی لاوی کے سپرد کر دیا، جسے عہد کے صندوق (Ark of the Covenant) میں رکھ دیا گیا،¹⁷ اسی طرح ان دو تختیوں کی کئی نقلیں دیگر تختیوں پر لکھ دی گئی تھیں، جو انہوں نے بنی اسرائیل کے ہر قبیلے کو دے دیں۔

قرآن مجید کے الفاظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تختیوں پر احکام خدا نے لکھ کر دیے۔ تاہم بعض احادیث میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیات میں ایک خصوصیت یہ ذکر کی گئی ہے کہ انہیں خدا نے تختیوں پر احکام اپنے ہاتھ سے لکھ کر، دیے۔¹⁸ کتاب خروج میں دونوں قسم کی روایات ملتی ہیں۔¹⁹ ان متعارض روایات کی ایک توجیہ

یہ کی جاسکتی ہے کہ دو تختیوں پر تو خدا نے خود ہی احکام لکھ کر ان کو دیے، پھر سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اس کی نقلیں دیگر تختیوں پر ہر قبیلے کے لیے تیار کیں۔

سورۃ الاعراف کی آیت (و فی نسخہا ہدیٰ و رحمةً) سے بھی یہ استدلال صحیح نہیں ہے کہ تورات پوری کی پوری یک بارگی دے دی گئی تھی، کیونکہ ہدایت اور رحمت جس طرح پوری تورات کی خصوصیت تھی اسی طرح اس کے اجزاء کی بھی خصوصیت تھی۔ قرآن مجید نے اپنی بھی یہی خصوصیت ذکر کی ہے۔ (ملاحظہ ہو۔

الانعام: ۱۵۷، لقمان: ۳)

کیا یہود وحی الہی کے تھوڑا تھوڑا نازل کیے جانے کے اسلوب سے مانوس نہ تھے؟

ڈاکٹر محمود احمد غازی نے اپنے مقالہ میں قرآن مجید کے تھوڑا تھوڑا نازل ہونے کی متعدد حکمتیں بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ بدلتے ہوئے نئے حالات میں مناسب رہ نمائی ملتی رہے، دوسری حکمت یہ کہ تلقی وحی ایک نہایت غیر معمولی تجربہ ہے۔ اس کو یک بارگی حاصل کر لینا کسی انسان کے لیے ممکن نہیں ہے۔²⁰ ظاہر ہے کہ یہی کچھ تورات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی کہا جاسکتا ہے۔ اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے ایک بات یہ بھی لکھی ہے:

"مزید برآں یہود و یثرب کے اشارے پر کفار مکہ کا قرآن مجید کے یک بارگی نازل نہ کیے جانے پر اعتراض سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ یہودی وحی الہی کے نچمآنچم نازل کیے جانے والے اسلوب سے مانوس نہ تھے۔ ان کے لیے مانوس اور مالوف اسلوب کتاب الہی کو ایک بارگی نازل کیے جانے ہی کا تھا، ورنہ وہ یہ اعتراض کبھی نہ کرتے۔²¹

یہ دلیل بھی ناقابل تسلیم ہے، کیونکہ:

اولاً: یہ بات محل نظر ہے کہ مشرکین نے یہ اعتراض یہود کے اشارے پر کیا تھا۔ قرآن مجید میں مشرکین کے متعدد اعتراضات ایسے نقل کے گئے ہیں جو یہود کے سکھائے ہوئے تھے، مگر وہاں کوئی نہ کوئی قرینہ پایا جاتا ہے، جس سے اس کی تعیین ہو جاتی ہے (مثلاً ملاحظہ کیجیے الانعام: ۹۱، بنی اسرائیل: ۱۰۱) مگر جہاں قرآن کریم نے

مشرکین مکہ کے اس اعتراض کا ذکر کیا ہے کہ قرآن نجمائے نجومیوں نازل کیا گیا وہاں کوئی قرینہ ایسا نہیں پایا جاتا جس سے معلوم ہو کہ یہ اعتراض یہود کا القاء کیا ہوا تھا۔

ثانیاً: اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ اعتراض یہود کا بتایا ہوا تھا تو بھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ وحی کے منجماً نزول سے واقف یا اس سے مانوس نہیں تھے۔ وہ تو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں بہت سی ایسی باتوں کا انکار کرتے تھے جو ان کے مسلمات تھے۔

ثالثاً: یہود کے صحائف اس بات کی سب سے بڑی شہادت دیتے ہیں کہ وہ وحی کے منجماً نزول کے اسلوب سے بخوبی واقف تھے۔ تورات اور دیگر صحائف انبیاء میں اس امر کے ناقابل تردید شواہد موجود ہیں۔ بلکہ وہاں تو یہ تک لکھا ہوا ملتا ہے کہ یہ کلام فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو نازل ہوا، پھر اس کے بعد فلاں تاریخ کو یہ کلام نازل ہوا۔ مثلاً کتاب حزقیال کی بالکل ابتدا میں آتا ہے:

"تیسویں برس کے چوتھے مہینے کی پانچویں تاریخ کو یہ ہوا کہ جب میں نہر کبار کے کنارے پر

اسیروں کے درمیان تھا تو آسمان کھل گیا اور میں نے خدا کی رویتیں دیکھیں" ²²

اسی طرح مختلف مواقع پر نزول وحی کا تذکرہ اس صحیفے میں ہے:

"پھر نویں برس کے دسویں مہینے کی دسویں تاریخ کو خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا۔" ²³

کتاب حجی میں مذکور ہے:

"ساتویں مہینے کی اکیسویں تاریخ کو خداوند کا کلام حجی نبی کی معرفت پہنچا۔" ²⁴

"اور دارا بادشاہ کی سلطنت کے دوسرے سال کے نویں مہینے کی چوبیسویں تاریخ کو خداوند کا کلام حجی

نبی کی معرفت پہنچا۔" ²⁵

"پھر اسی مہینے کی چوبیسویں تاریخ کو خداوند کا کلام حجی نبی پر نازل ہوا۔" ²⁶

ان انبیاء پر مختلف اوقات میں نازل ہونے والی وحی الہی اب ان کے نام منسوب صحائف میں ایک جگہ اکٹھی ملتی ہے۔ اس بات سے قطع نظر کہ یہ روایات بذات خود صحیح ہیں یا نہیں، ان سے کم از کم یہ بات بخوبی معلوم ہو جاتی ہے کہ بنی اسرائیل کلام الہی کے منجماً نزول کے اسلوب سے مانوس تھے۔

مولانا امین احسن اصلاحی کا نقطہ نظر

مولانا امین احسن اصلاحی ابتدا میں اس کے قائل تھے کہ تورات پوری کی پوری یک بارگی نازل ہوئی تھی۔ اپنے اس موقف کا تفصیلی اظہار انہوں نے اپنی کتاب 'مبادیء تدبر قرآن' میں کیا ہے۔ قرآن کے مقصد نزول سے بحث کرتے ہوئے انہوں نے لفظ 'حکمت' کی لغوی تشریح بہت تفصیل سے کی ہے۔²⁷ آخر میں اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ "قرآن تورات کی طرح صرف قانون ہی نہیں ہے، بلکہ انجیل کی طرح اس میں حکمت و موعظت بھی ہے۔ کتاب اور حکمت کا یہی مجموعہ ہے جس کو ہم قرآن کے نام سے جانتے ہیں۔ چونکہ یہ کامل حکمت سے معمور ہے، اس وجہ سے اس میں کمال و عرفان کی وہ تمام بجلیاں بھی بند ہیں جن کی ایک ادنیٰ نمود نے طور کو پاش پاش اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بے ہوش کر دیا تھا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی رحمت مقتضی ہوئی اس نے ایک ایسے انسان کو پیدا کیا جس نے وہ بوجھ اٹھالیا جو طور برداشت نہ کر سکا تھا۔ یہی راز ہے کہ تورات کا بہ یک دفعہ نازل ہونا تو ممکن ہوا، لیکن قرآن حکیم بہ یک دفعہ نہیں، بلکہ تھوڑا تھوڑا نازل ہوا، تاکہ قلب انسانی تدریجی تربیت کے ذریعہ سے آہستہ آہستہ ان بجلیوں کو برداشت کرنے کے قابل ہو جائے اور ان کو اپنی گرفت میں لے سکے۔"²⁸

مولانا اصلاحی نے اس بحث میں کوئی اہم نکات اٹھائے ہیں، جن سے تورات اور دیگر اسفارِ انبیاء کا تعلق بہ خوبی واضح ہو جاتا ہے۔ اس سے عمومی اتفاق کے باوجود ہم یہ کہنے کی جسارت کریں گے کہ اگر تورات کامل حکمت، پر مشتمل نہیں تھی، تب بھی اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ یک بارگی نازل ہوئی۔ اگر وہ صرف الٰہی قانون پر مشتمل ہوتی تو بھی اس کا ایک بارگی نزول حکمت خداوندی کے تقاضوں کے خلاف ہوتا۔ آخر صرف قانون کا دیا جانا ہی تو مقصود نہیں تھا، بلکہ اس پر عمل کرنا بھی مقصود تھا اور اس قانون کے ذریعے ہی فرد اور معاشرے کا تزکیہ مقصود تھا۔ پھر بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ پورے کا پورا قانونی ضابطہ ایک ہی موقع پر دے دیا جاتا، بالخصوص جب مولانا اصلاحی یہ بھی قرار دیتے ہیں کہ اس قوم کی ذہنی استعداد پختہ نہیں تھی۔ وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ تورات میں قانون کے علاوہ 'موعظت' بھی تھی، جو حکمت ہی کی ایک شاخ تھی لیکن کامل حکمت، نہیں تھی۔ تورات میں توحید، آخرت اور رسالت کے علاوہ اخلاقیات کے متعلق تمام بنیادی مباحث بھی تھے۔ نیز اس میں پچھلی اقوام اور بالخصوص فرعون سے انجام سے حاصل ہونے والے دروس کے ذریعے تذکیر کے

پہلو بھی تھے۔ پھر تذکیر اور تزکیہ کا یہ مقصد اس صورت میں زیادہ بہتر طریقے سے حاصل ہو سکتا تھا کہ پورا قانون یک بارگی دے دیا جاتا، یا اس کے حصول کے لیے زیادہ بہتر طریقہ تدریجی نزول ہی کا تھا۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے بعد میں خود اس قول سے رجوع کر لیا تھا اور بڑی شدت سے اس بات کے قائل ہو گئے تھے کہ تورات، بلکہ تمام کتب سابقہ، کا نزول تدریجی طور پر ہوا تھا۔ اس رائے کا اظہار انہوں نے سورۃ الفرقان کی تفسیر میں کیا ہے۔²⁹

قرآن سے تورات کے تدریجی نزول کے شواہد

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر مختلف اوقات میں وحی کا نزول ہوتا رہا:

(۱) پہلی وحی:

اس وحی کا ذکر قرآن میں کئی مقامات پر آیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ۹-۱۲، القصص: ۳۰، النمل: ۸-۹، النہات: ۱۵-۱۹) ان مقامات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی وحی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منصب رسالت پر فائز ہونے کی اطلاع دی گئی، آپ کو اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا علم دیا گیا، آخرت کا یقینی ہونا بتایا گیا اور آپ کو آپ کا مشن سمجھایا گیا کہ آپ نہ صرف فرعون اور اس کی قوم پر اللہ کی حجت تمام کریں گے، بلکہ بنی اسرائیل کی تربیت اور اصلاح کا فریضہ بھی انجام دیں گے۔ پھر آپ کی دعا کے نتیجے میں آپ کو معجزات بھی دیے گئے اور آپ کی مدد کے لیے حضرت ہارون علیہ السلام بھی مقرر کیے گئے۔ اس کے بعد دونوں کو وحی کی گئی۔ (القصص: ۳۵، طہ: ۴۲-۴۴)

(۲) بنی اسرائیل کی تربیت اور اصلاح کے لیے کی جانے والی وحی:

سورۃ ابراہیم میں ارشاد الہی ہے:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَذَكِّرْهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ³⁰

"اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانوں کے ساتھ بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالو اور ان کو اللہ کے یادگار دن یاد دلاؤ۔ بے شک ان کے اندر ثابت قدم رہنے والوں اور شکر کرنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔"

گویا جس طرح حضور ﷺ اہل عرب کو پچھلی اقوام کے انجام سے عبرت دلاتے تھے، اللہ تعالیٰ کے ناقابل تبدیل قوانین کی وضاحت فرماتے تھے اور ان واقعات کے ذریعے مومنوں کا حوصلہ بڑھاتے تھے، بعینہ یہی کام حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی انجام دیا کرتے تھے۔ مثال کے طور پر جب ان کی قوم کے لوگوں نے ظلم و ستم سے تنگ آکر فریاد کی تو آپ نے انہیں قوموں کے عروج و زوال کے متعلق اللہ تعالیٰ کے قوانین کی طرف توجہ دلائی، (الاعراف: ۱۲۸-۱۲۹) پھر آپ ہی کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ فرعون کے خاندان کے ایک مومن نے بھرے دربار میں اپنی قوم کے سرداروں کو پچھلی اقوام کے انجام سے عبرت حاصل کرنے کا درس دیا۔ (المومنون: ۳۰-۳۳)

(۳) جادو گروں سے مقابلے کے وقت وحی:

جب جادو گروں نے اپنے کرتب دکھائے تو اس موقع پر بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی۔ اس کا ذکر قرآن مجید نے مختلف مواقع پر کیا ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ طہ میں ہے:

قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ - وَالْقِيَمَةُ تَلْقَفُ مَا صَنَعُوا ۚ إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدٌ سَاجِرٌ ۖ وَلَا يُفْلِحُ السَّاجِرُ حَيْثُ أَتَىٰ - ۳۱

"ہم نے کہا ذرہ نہیں، تم ہی غالب رہو گے۔ اور تم اس کو جو تمہارے ہاتھ میں ہے زمین پر ڈال دو، یہ ان کے سارے سوانگ کو، جو انہوں نے رچایا ہے، نکل جائے گا۔ یہ جو انہوں نے دکھایا ہے یہ تو بس جادو گر کا کرتب ہے۔ اور جادو گر جہاں بھی جائے کامیاب نہیں ہوتا۔"

(۴) بنی اسرائیل میں اجتماعی نظم پیدا کرنے کے لیے وحی:

سورۃ یونس میں ہے:

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ وَأَخِيهِ أَنْ تَبَوَّآ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ يُبُوتًا ۚ وَاجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً ۚ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۚ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ - ۳۲

(۵) ہجرت کے لیے وحی:

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي إِنَّكُمْ مُّتَّبِعُونَ ۚ ۝³³

(۶) الواح پر لکھی گئی وحی:

وَكُتِبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ ۚ ۝٣٤

(۷) الواح دیے جانے کے ساتھ مزید وحی:

فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا سَأُرِيكُمْ دَارَ الْفَاسِقِينَ -³⁵ هـ

"پس اس کو مضبوطی پکڑو اور اپنی قوم کو ہدایت کرو کہ اس کے بہتر طریقہ کو اپنائیں۔ میں تم کو عن قریب نافرمانوں کا ٹھکانہ دکھاؤں گا۔"

(۸) وحی کے ذریعے بنی اسرائیل پر بارہ سرداروں کا تقرر:

وحی کے ذریعے ہی بنی اسرائیل پر بارہ سرداروں کا تقرر کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی مدد کا وعدہ کیا گیا، جو چند شرائط کے ساتھ مشروط تھا۔³⁶

(۹) قتال کا حکم:

قرآن مجید اس بات کی بھی گواہی دیتا ہے کہ مصر سے ہجرت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر قتال کا حکم بھی نازل ہوا تھا۔³⁷ پھر جب بنی اسرائیل نے قتال سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی آئی کہ: "یہ سرزمین ان پر چالیس سال کے لیے حرام ٹھہری اور یہ زمین میں بھٹکتے پھریں گے۔"³⁸

(۱۰) خورد و نوش میں حلت و حرمت کا قانون:

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بعض طبی وجوہ کی بناء پر اونٹ کا گوشت کھانا چھوڑ دیا تھا، تاہم یہ شریعت ابراہیمی میں حرام نہیں تھا:

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حَلَالًا لِّبَنِي إِسْرَآئِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَآئِيلُ عَلَى نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَةُ ۚ قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَةِ فَاتْلُوهَا ۚ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ -³⁹

"کھانے کی ساری چیزیں بنی اسرائیل کے لیے حلال تھیں، مگر وہ جو اسرائیل نے تورات کے نازل کیے جانے سے پہلے اپنے اوپر حرام ٹھہرا لی تھیں۔ کہہ دو کہ لاؤ تورات اور پڑھو اس کو، اگر تم سچے ہو۔"

اس سے معلوم ہوا کہ تورات کے نزول سے پہلے بنی اسرائیل کے لیے وہ سبھی چیزیں حلال تھیں، جو شریعت ابراہیمی میں حلال تھیں اور جو سلیم انسانی فطرت کے مطابق کھانے کی چیزیں (الطعام) سمجھی جاتی تھیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تورات میں یہ تصریح بھی تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل

پر جو مزید بعض چیزیں حرام کی گئیں ہو حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کے زمانے میں حرام نہیں تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہود کو چیلنج کیا گیا کہ اگر تم اس بات کو غلط سمجھتے ہو تو تورات لے آؤ اور اسے ثابت کرو۔

بائبل کی کتاب پیدائش میں حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی کیے گئے بعض احکام بھی موجود ہیں۔ ان میں وہ بھی ہیں جن کے متعلق کہا گیا کہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد کو دیے گئے۔ ان کو 'حضرت نوح علیہ السلام کا عہد نامہ' کہا جاتا ہے۔ یہود کے بہت سے علماء کی رائے یہ ہے کہ 'غیر قوموں' کے لیے تورات کے تمام احکام پر عمل واجب نہیں، بلکہ ان کی نجات کا دار و مدار حضرت نوح علیہ السلام کے عہد نامے پر عمل ہے۔⁴⁰ اس عہد نامے میں جو احکام دیے گئے ہیں وہ یہ ہیں:

"سب جیتے چلتے جانور تمہارے کھانے کے واسطے ہیں۔ میں نے ان سب کو نباتات کی طرح تمہیں دیا۔ مگر تم گوشت کو اس کے خون کے ساتھ مت کھانا۔ کیونکہ میں تمہارا خون ہر ایک جنگلی جانور سے اور ہر ایک آدمی کے ہاتھ سے طلب کروں گا۔ اس آدمی سے بھی، جو اپنے بھائی کو مار ڈالے میں آدمی، آدمی کی جان طلب کروں گا۔"⁴¹

یہاں نباتات کی طرف اشارے اور جنگلی جانوروں کے ساتھ تقابل سے معلوم ہوتا ہے کہ 'کھانے کے واسطے' (الطعام) حلال جانوروں سے مراد مویشی (انعام) ہیں۔ قرآن مجید سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شریعت ابراہیمی میں مویشیوں میں اصلاً چار ہی چیزیں حرام تھیں: مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ جانور جسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا:

قُلْ لَا آجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا
مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنْ اضْطُرَّ
غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ -⁴²

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بھی ابتدا میں یہی چار چیزیں حرام تھیں۔ بعد میں ان کے ظلم کی وجہ سے ان پر مزید کئی چیزیں حرام کر دی گئیں:

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخَنَازِيرِ وَمَا أَهَلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ - وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ - مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ 43

"اس نے تو تم پر بس مردار اور خون اور سور کا گوشت اور جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو حرام ٹھہرایا ہے۔ پس جو کوئی مجبور ہو جائے، نہ طالب ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا، تو اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ اور اپنی زبانوں کے گھڑے ہوئے جھوٹ کی بنا پر یہ نہ کہو کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ چیز حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ ہر گز فلاح نہیں پائیں گے۔ ان کے لیے چند روزہ عیش اور پھر دردناک عذاب ہے۔ اور جو یہودی ہوئے ان پر بھی ہم نے وہی چیزیں حرام کیں جو ہم نے پہلے تم کو بتائیں۔ اور ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم ڈھاتے رہے۔

اس آخری آیت میں اشارہ سورۃ الانعام کی آیت ۱۴۶ کی طرف نہیں ہے، جیسا کہ الفاظ میں ظاہری مشابہت کی بنا پر عام طور پر مفسرین نے سمجھا ہے۔ 44 بلکہ دراصل یہ اشارہ سورۃ النحل ہی میں اس سے قبل آنے والی آیت ۱۱۵ کی طرف ہے۔ گویا ان آیات میں یہ بات کہی گئی کہ یہود پر اصلاً یہی چار چیزیں حرام تھیں، لیکن بعد میں ان کے اپنے ظلم کی وجہ سے ان پر مزید کئی چیزیں حرام کر دی گئیں۔ ان کی تفصیل سورۃ الانعام میں یوں دی گئی ہے:

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفْرٍ ۖ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۚ ذَلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ -

"اور جو یہودی ہوئے ان پر ہم نے سارے ناخن والے جانور حرام کیے اور گائے اور بکری کی چربی حرام کی بہ جز اس کے جو ان کی پیٹھ یا انتڑیوں سے وابستہ ہو یا کسی ہڈی سے لگی ہوئی ہو۔ یہ ہم نے ان کو ان کی سرکشی کی سزا دی، اور ہم بالکل سچے ہیں۔"

اسفارِ خمسہ سے تورات کے تدریجی نزول کے شواہد

قرآن مجید کی ان تصریحات کے بعد جب ہم بائبل کا جائزہ لیتے ہیں تو اس سے بھی یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ تورات پوری کی پوری بہ یک وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہیں دی گئی تھی، بلکہ وقتاً فوقتاً حالات کی مناسبت سے ان پر وحی کا نزول ہوتا رہا۔ بائبل میں کئی مقامات پر وحی کے لکھے جانے کا تذکرہ ملتا ہے اور یہ بھی کہ آخر عمر میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے تمام بنی اسرائیل کو جمع کیا اور پوری شریعت ان کے سامنے ایک نئی ترتیب کے ساتھ پیش کر دی۔ اس کی تفصیل کتاب استثنائیں موجود ہے۔

اسفارِ خمسہ میں بلا مبالغہ سینکڑوں مقامات پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی ہونے کا ذکر ملتا ہے اور بعض مقامات پر یہ تصریح بھی ملتی ہے کہ آپ کو خدا ہی کی جانب سے یہ حکم ملا تھا کہ آپ وحی کو محفوظ کرنے کے لیے لکھ دیں۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو:

"اور موسیٰ نے خداوند کی سب باتیں لکھ لیں۔" ⁴⁶

"تب خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ اس بات کی یادگاری کے لیے کتاب میں لکھ دے، اور یثوع کو سنا دے کہ میں عمالیق کا نام و نشان دنیا سے بالکل مٹا دوں گا۔" ⁴⁷

"اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ تو یہ باتیں کیونکہ انہی باتوں کے مفہوم کے مطابق میں تجھ سے اور اسرائیل سے عہد باندھتا ہوں۔" ⁴⁸

"اور موسیٰ نے اس شریعت کو لکھ کر اسے کاہنوں کے جو بنی لاوی اور خداوند کے عہد کے صندوق اٹھانے والے تھے اور اسرائیل کے سب بزرگوں کے سپرد کیا۔" ⁴⁹

بائبل سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کے حکم سے بنی اسرائیل سے جو ستر (۷۰) افراد منتخب کیے تھے، وہ آپ کے فرائض کی تکمیل میں آپ کی مدد کرتے تھے، چنانچہ لکھنے کا کام بھی آپ انہی سے لیا کرتے تھے۔ بائبل کے اردو مترجمین نے کتاب گنتی کی اس عبارت کا ترجمہ یوں کیا ہے:

"خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ بنی اسرائیل کے بزرگوں میں سے ستر مرد، جن کو تو جانتا ہے کہ قوم کے بزرگ اور ان کے سردار ہیں، میرے حضور جمع کر اور ان کو خیمہء اجتماع کے پاس لے آ، تاکہ وہ میرے ساتھ وہاں کھڑے ہوں اور میں اتر کر تیرے ساتھ وہاں باتیں کروں گا اور میں اس روح سے، جو مجھ میں ہے، کچھ لے کر ان میں ڈال دوں گا کہ وہ تیرے ساتھ قوم کا بوجھ اٹھائیں، تاکہ تو اسے اکیلا نہ اٹھائے۔" ⁵⁰

اسی طرح کتاب استثناء کی ایک عبارت کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

"سو میں نے تمہارے قبیلوں کے سرداروں کو، جو داندشور اور مشہور تھے، لے کر ان کو تم پر مقرر کیا۔" ⁵¹

تاہم محققین کے نزدیک ان دونوں عبارتوں کا ترجمہ ناقص ہے۔ اس سلسلے میں ممتاز مسیحی عالم جناب ایف ایس خیر اللہ کی تحقیق ملاحظہ ہو: "جس عبرانی لفظ شوطریم کا ترجمہ سردار کیا گیا ہے اس کے بنیادی معنی ہیں لکھنے والے۔ (مقابلہ کیجیے عربی سطر بمعنی لکھنا)۔ سو یہ بزرگ نہ صرف مشہور تھے، بلکہ خواندہ بھی تھے۔۔۔" ⁵²

عربی بائبل میں شوطریم کا ترجمہ کتبتہ (لکھنے والے) کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

فقال الرب لموسى: اجمع لى سبعين رجلا من شيوخ اسرائيل الذى تعلم انهم شيوخ الشعب وكتبتمهم۔ ⁵³

"رب نے موسیٰ سے کہا کہ میرے لیے بنی اسرائیل کے بزرگوں میں ستر ایسے آدمی جمع کر جن کے متعلق تو جانتا ہے کہ وہ قبیلے کے بزرگ اور لکھنے والے لوگ ہیں۔"

فاخذت رؤساء اسباطكم و هم رجال حكماء و ذوو خيرة، فاقمتهم رؤساء عليكم رؤساء الف و مائة و خمسين و عشرة، و كتبتة على اسباطكم۔ ⁵⁴

"پس میں نے تمہارے قبیلوں کے سرداروں کو چنا، اور وہ حکمت اور سوجھ بوجھ رکھنے والے لوگ تھے۔ سو میں نے انہیں تمہارے اوپر مقرر کیا کہ وہ تمہارے سردار ہوں ایک ہزار کے، ایک سو کے، پچاس کے اور دس کے، اور تاکہ تمہارے قبیلوں کے لکھنے والے ہوں۔"

یوں مختلف اوقات میں نازل ہونے اور لکھی جانے والی وحی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آخر عمر میں ایک نئی ترتیب کے ساتھ اور نئے انداز میں قلم بند کروایا اور تمام بنی اسرائیل کو جمع کر کے ان کے سامنے پیش کیا۔ اس نئے مرتب شدہ قانون کا بیش تر حصہ اب کتاب استثناء میں موجود ہے۔⁵⁵ اس از سر نو مرتب شدہ شریعت کو کتاب میں محفوظ کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمام بنی اسرائیل کو خطاب کرتے وقت سنایا بھی اور پھر اسے عہد کے صندوق (Ark of the Covenant) میں رکھ کر بنی اسرائیل کے احبار اور علماء و فقہاء کو اس کا امین و محافظ اور نگران مقرر کر دیا۔ سفر استثناء کا بیان ہے:

"اور موسیٰ نے اس شریعت کو لکھ کر اسے کانہوں کے، جو بنی لاوی اور خداوند کے عہد کے صندوق اٹھانے والے تھے، اور اسرائیل کے سب بزرگوں کے سپرد کیا"⁵⁶

تورات کے لکھے جانے کا ذکر بائبل کے دیگر صحائف میں بھی ملتا ہے۔ مثلاً کتاب یسوع میں ہے:

"تب یسوع نے کوہ عبال پر خداوند اسرائیل کے خدا کے لیے ایک مذبح بنایا، جیسا کہ خداوند کے بندہ

موسیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا۔ اور جیسا کہ موسیٰ کی شریعت کی کتاب میں لکھا ہے۔"⁵⁷

یہودی اور عیسائی علماء بائبل کی ابتدائی پانچ کتابوں۔ پیدائش، خروج، احبار، گنتی اور استثناء۔ کو مجموعی طور پر تورات کہتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کتاب خروج سے شروع ہوتا ہے۔ آپ پر مختلف اوقات میں نازل ہونے والے احکام تین صحائف۔ خروج، احبار اور گنتی۔ میں بکھرے ہوئے ملتے ہیں۔ ان احکام میں سے بیشتر پانچویں کتاب۔ استثناء۔ میں ایک نئی ترتیب سے مل جاتے ہیں۔ بعض یہودی علماء کا خیال ہے کہ خروج، احبار اور گنتی کی کتابوں میں احکام تاریخی ترتیب سے جمع نہیں کیے گئے تھے، بلکہ مختلف روایات کو اکٹھا کیا گیا تھا۔ بعد کے مرتبین نے انہیں تاریخی بیان میں اپنی سمجھ کے مطابق مناسب مقامات پر درج کر دیا۔ چنانچہ یہ عین ممکن ہے کہ بعض احکام گنتی کی کتاب میں ہوں، لیکن وہ مصر سے ہجرت کے فوراً بعد دیے گئے ہوں۔ اگر اس موقف کو تسلیم کیا جائے تو بہت سی الجھنیں اور تعارضات رفع ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر کوہ سینا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو واقعات پیش آئے ان میں سے بیشتر کا ذکر کتاب خروج میں ہے۔ اسی کے ضمن میں یہ بھی مذکور ہے:

"اور موسیٰ نے خداوند کی سب باتیں لکھ لیں۔۔۔ پھر اس نے عہد نامہ لیا اور لوگوں کو پڑھ کر سنایا۔ انہوں نے کہا کہ جو کچھ خداوند نے فرمایا ہے اس کو ہم سب کریں گے اور تابع رہیں گے۔" 58

یہاں یہ تفصیل مذکور نہیں ہے کہ یہ کون سے احکام تھے؟ اکثر محققین کے نزدیک یہ احکام کتاب احبار کے ابواب ۲۵ اور ۲۶ میں مندرج ہیں۔ اس خیال کی وجہ یہ ہے کہ کتاب احبار باب ۲۵ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے: "اور خداوند نے کوہ سینا پر موسیٰ سے کہا۔۔۔" اور باب ۲۶ کے اختتام پر یہ الفاظ ہیں: "یہ وہ شریعت اور احکام اور قوانین ہیں جو خداوند نے کوہ سینا پر اپنے اور بنی اسرائیل کے درمیان موسیٰ کی معرفت کیے۔"

Encyclopedia of Religions کے مقالہ نگار پہلی صدی عیسوی کے ایک یہودی عالم اسماعیل بن الیشع کا قول نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"No strict order as to 'earlier' and 'later' is observed in the Torah... which means that the chapters and verses of the Torah are not necessarily recorded in the order in which they were given or the order in which they happened. This interpretative principle and the identification of 'book of the covenant' can be explained only if one assumes that the Torah was not given all at once. Indeed, the amora Yohanan bar Nappaha (ft. first half of the third century CE) transmits in the name of the tanna Bana'ah that 'the Torah was given section by section'.... Midrash tanhuma' tells that while the people of Israel were still enslaved in Egypt. 'they possessed scrolls, in which they delighted from Sabbath to Sabbath, which said that the Holy one, blessed be He, would redeem them.' 59

"تورات (اسفار خمسہ) میں 'پہلے' اور 'بعد' کی ترتیب کا کچھ خاص خیال نہیں رکھا گیا ہے۔۔۔۔۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ضروری نہیں ہے کہ تورات کے ابواب اور آیات اسی ترتیب میں ہوں جس ترتیب میں وہ دیے گئے، یا جس ترتیب سے وہ واقع ہوئے۔ یہ تفسیری اصول اور 'عہد کی کتاب' کی پہچان کی وضاحت صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب یہ فرض کیا جائے کہ تورات پوری کی پوری بہ یک وقت نہیں دی گئی۔ درحقیقت امورہ یوحنا بن برنبا (جو تیسری صدی عیسوی کے نصف اول میں گزرے ہیں) نے تنا بنعہ سے نقل کیا ہے کہ "تورات ٹکڑوں ٹکڑوں میں دی گئی

تھی۔۔۔۔۔ مددراش تنہم جمع میں آتا ہے کہ بنی اسرائیل مصر کی غلامی کے دن بشارتیں پڑھتے تھے، جن میں مذکور تھا کہ خدائے بزرگ و برتر انہیں نجات دلائے گا۔"

اس اقتباس سے کئی اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں: ایک یہ کہ یہودی علماء اس بات کے قائل تھے کہ تورات کا نزول تدریجی طور پر ہوا اور یہ کہ ہجرت مصر سے قبل بھی تورات کا کچھ حصہ نازل ہوا تھا، دوسری یہ کہ مصر میں بنی اسرائیل ہر ہفتے اکٹھے ہو کر ان آیات کی تلاوت کرتے تھے۔ اور تیسری یہ کہ ان صحائف میں احکام کے ساتھ ساتھ واقعات جس ترتیب سے درج کیے گئے ہیں اس ترتیب بعینہ ماننا لازم نہیں ہے۔

حوالہ جات و حواشی

- ۱۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، قرآن: انداز نزول کی حکمت، ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور، جولائی ۲۰۰۱ء، ص ۲۱
- ۲۔ آل عمران، ۳: ۴
- ۳۔ النساء، ۱۳۶: ۴
- ۴۔ آلوسی، روح المعانی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۸۵ء، ج ۳، ص ۷۵۔
- ۵۔ آل عمران، ۹۳: ۳
- ۶۔ الفرقان، ۳۲: ۲۵
- ۷۔ آلوسی، روح المعانی، ج ۳، ص ۷۵۔
- ۸۔ ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ج ۱۱، ص ۶۵۶۔
- ۹۔ الحجر، ۱۵: ۹
- ۱۰۔ النساء، ۴: ۴
- ۱۱۔ بنی اسرائیل، ۱۷: ۱۰۶
- ۱۲۔ المؤمنون، ۱۸: ۲۳
- ۱۳۔ مولانا مبین احسن اصلاحی، تدریج قرآن، ج ۷، ص ۱۱۲
- ۱۴۔ الاعراف، ۱۳۵: ۷
- ۱۵۔ قرآن: انداز نزول کی حکمت، ص ۲۱
- ۱۶۔ ایضاً ص ۳۴-۳۵

- 17۔ کتاب استثنا: باب ۳۱
- ۱8۔ صحیح مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم وموسىٰ، حدیث نمبر ۴۷۹۳
- ۱9۔ کتاب خروج: باب ۲۴، آیات ۳-۴، باب ۳۲، آیات ۱۵-۱۶
- 20۔ قرآن: انداز نزول کی حکمت، ص ۲۳
- 21۔ ایضاً، ص: ۳۵
- 22۔ کتاب حزقیال: باب ۱، آیت ۲
- 23۔ ایضاً: باب ۲۴، آیت ۱
- 24۔ کتاب حجی: باب ۲، آیت ۱
- 25۔ ایضاً، آیت ۱۰
- 26۔ ایضاً، آیت ۲۰
- 27۔ امین احسن اصلاحی، مبادی تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۹۶
- 28۔ ایضاً، ص ۱۱۸-۱۱۹
- 29۔ اس موضوع پر تفصیلی بحث کے لیے ملاحظہ کیجیے مقالہ بہ عنوان ”نزول وتدوین تورات: مسلمان اہل علم کی آراء کا تنقیدی جائزہ“ (منتظر طبع)
- 30۔ ابراہیم، ۵: ۱۴
- 31۔ طہ، ۶۸: ۲۰-۶۹
- 32۔ یونس، ۸۷: ۱۰
- 33۔ الشعراء، ۵۲: ۲۶
- 34۔ الاعراف، ۱۴۵: ۷
- 35۔ الاعراف، ۱۴۵: ۷
- 36۔ المائدہ، ۱۲: ۵
- 37۔ المائدہ، ۵: ۲۰-۲۱
- 38۔ المائدہ، ۲۶: ۵
- 39۔ آل عمران، ۳: ۹۳

40۔ ملاحظہ کیجیے یہودی ربی مائیکل ویشوگروڈ (Michad Wyschogrod) کا مقالہ زیر عنوان Islam

and Christianity in the Perspective of Judaism (اسلام اور مسیحیت، یہودیت

کے تناظر میں)۔ Al-Faruqi, Isma'Il Raji, Trialogue of the Abrahamic

Faighs, Virginia: International Institute of Islamic Thought,

1991. Pp 13-18.

41۔ کتاب پیدائش: باب ۹، آیات ۳-۵

42۔ الانعام، ۱۴۵: ۶

43۔ النحل، ۱۱۵: ۱۶-۱۱۸

44۔ مفسرین کرام نے بالعموم سورۃ النحل کی آیت ۱۱۸ کے اشارہ کو سورۃ الانعام کی آیت ۱۴۶ کی طرف سمجھا ہے۔ (ملاحظہ کیجیے

ابن الجوزی، زاد المسیر، ج ۵، ص ۳۸۳، قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، ج ۱۰، ص ۱۹۷، بیضاوی، تفسیر البیضاوی، ج ۳، ص ۲۲۲،

آلوسی، روح المعانی، ج ۱۴، ص ۲۵۷) امام طبری نے اس قول کو عکرمہ اور قتادہ سے نقل کیا ہے (جامع البیان، ج ۱۴، ص ۱۲۷)۔

اردو مفسرین میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی (تفہیم القرآن، تحقیقات اسلامی، جولائی۔ ستمبر ۲۰۱۲ء، ۵۲۲/۲، طبع لاہور، ۱۹۷۴) اور

مولانا اشرف علی تھانوی (بیان القرآن، ۱/۵۸۷، طبع ملتان، ۱۴۲۷ھ) کی بھی یہی رائے ہے۔ البتہ مولانا امین احسن اصلاحي نے

یہ رائے پیش کی ہے کہ سورۃ النحل کی آیت ۱۱۸ کا اشارہ اس سے اوپر کی آیت ۱۱۵ ہی کی طرف ہے (تدبر قرآن، ۴/۴۶۰)

45۔ الانعام، ۱۴۶: ۶

46۔ کتاب خروج: باب ۱۷، آیت ۱۴

47۔ ایضاً باب ۱۷، آیت ۱۴

48۔ ایضاً باب ۳۴، آیت ۲

49۔ کتاب استثناء: باب ۳۱، آیت ۹

50۔ کتاب گنتی: باب ۱۱، آیات ۱۶-۱۷

51۔ کتاب استثناء: باب ۱، آیت ۱۵

52۔ قاموس الکتب، مسیحی اشاعت خانہ، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۲۲۵

53۔ الکتب المقدس، بیروت ۱۹۸۹ء، سفر العدد، اصحاح ۱۱، آیہ ۱۶

54۔ سفر متنبیہ الاشتراع، اصحاح ۱، آیہ ۱۵

55۔ اسفار خمسہ میں سفر استثناء اپنے اسلوب، ذخیرہ الفاظ اور مضامین کے لحاظ سے ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ بعض یہودی علماء نے اسے منہ توراۃ یعنی ’دہرائی گئی تورات‘ کہا ہے۔ اس کا انگریزی نام Deuteronomy دراصل یونانی لفظ Deuteronomion سے ماخوذ ہے۔ تیسری صدی قبل از مسیح میں بائبل کا یونانی زبان میں ترجمہ (مشہور ہفتاوی ترجمہ Septuagint) کیا گیا تو مترجمین نے یہ فرض کیا کہ اس صحیفے میں ان احکام کی تکرار ہوئی ہے جو پہلے چار اسفار میں مندرج ہیں، اس لیے انہوں نے اسے یہ نام دیا۔ عربی میں اسے تثنیۃ الاشتراک کہتے ہیں۔ رومن کیتھولک اردو ترجمے میں اسے تثنیہ شرع، جب کہ پروٹسٹنٹ ترجمے میں اسے استثناء کہا گیا ہے۔

56۔ کتاب استثناء: باب ۳۱، آیت ۹-۱۳

57۔ کتاب یشوع: باب ۸، آیات ۳۰-۳۱

58۔ کتاب خروج: باب ۲۴، آیت ۷، ۸-۴

Encyclopedia of Religions. Vol.14.p 557, New York, 1987-59